جدید نعتیہ نظم کے رجحانات

ڈاکٹر شاہد اشرف

شعبہ اردو

ایف سی یونیورسٹی لاہور

The scope of the modern natia poem is a vow to transform, subject and content. Diversity seems to pass on many levels. Where the modern Urdu poets have enriched the lyrics, the canvas of the poem has also expanded. There is a great deal of blessings in the order of the holy prophet (peace and blessings of Allaah be upon him). These verses have come in the study of personal situations, contemporary issues and political variations. There is no doubt that our present modern Nat covers every topic In this article, the verses of selected Urdu poets have been reviewed. It has been tried to include the verses written in different contexts so that the overall trends can be found. Apart from these poets, there are numerous poets with modern trends. This topic is an extensive thesis Here's just a short review.

عہدِ نبوت سے لحہ ٔموجود تک نعت میں موضوعاتی سطح پر تنوع دیکھنے میں آیا ہے۔ خالص نعت میں صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات وصفات اور سیرت وکردار کے تناظر میں لکھا جاتی ہے۔ اُردو شعراء سمیت دنیا بھر میں ایک حلقہ اسی نعت کا قائل ہے اور اس دائرہ کار سے باہر نکلنے پر آمادہ نہیں ہے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ انسانی زندگی کے معاملات ومسائل اور حالات وواقعات نے نئی کروٹ لی ہے۔ اس حوالے میں ذات بابرکات حضور اکرم ﷺ سے اظہار کا نیا زاویہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس زاویے میں ذات، سماج، سیاست، معیشت سمیت زندگی کا ہر عکس ملتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اللہ کے نبی ﷺ کی محبت کے سوا دنیا میں کچھ فضیلت نہیں رکھتا ہے۔ سو شعرا کے ہاں آپ ﷺ کے سامنے اپنے معاملات رکھنا حد درجہ وسیلۂ نجات ہے۔ موضوعاتی تنوع میں مقامی، ملکی، بین الاقوامی، اسلامی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں حضور ﷺ سے نصرت اور استغاثہ کا احوال ملتا ہے۔ اس روایت کا حالؔی نمایاں ترین شاعر ہے اور بعد میں اس رجحان کو قبولیت کی سند عطا ہو گئی۔ اُردو شعرا نے زندگی کے ہر پہلو کو سامنے رکھ حضور ﷺ سے گزارش کی ہے۔ نعتیہ نظم کا دوسرا اہم نکتہ اسلوب کی سطح پر دکھائی دیتا ہے۔

نعت کا ایک خاص اسلوب رائج رہا ہے اور عام شعرا اُس کی پیروی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جدید نعت میں تازگی، خیال، آہنگ اور ڈکشن اہمیت کے حامل ہیں۔ نیا پن انھی اوصاف کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ بات میں رنگ، لہجے میں مٹھاس اور زاویۂ نگاہ میں تبدیلی سے تازگی در آتی ہے۔ اس باب میں خیال کو بھی حد درجہ اہمیت حاصل ہے۔ روایتی نعت کے مضامین سے کچھ مختلف اور جدا ہونے کی صورت از خود شعر کے خیال کو جدت عطا کر دیتی ہے۔ بحر وعروض میں کئی سطحوں پر تجربہ میں موجود امکانات سے آہنگ پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جدید شعرا نے غزل کے امکانات کو نعتیہ نظم میں خوب آزمایا ہے اور اس میں کئی طرح کے موضوعات ظاہر ہوتے ہیں۔ نعتیہ نظم کی کئی ہیئتیں ہیں مگر ان میں مقبول ترین آزاد نظم کی ہیئت عام

شاعری کی لفظیات من و عن نعتیہ شاعری میں ہاتھ باندھ کر حاضر دکھائی دیتی ہیں۔ غزل کی ہیئت نعت کے لیے بہت بابرکت ثابت ہوئی ہے۔ اور غزل کے سارے نظامِ شعر کو نعت میں بھرپور پذیرائی ملی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ نعت غزل کی ہی ایک صورت ہے اور اس میں اتنے ہی امکانات موجود ہیں۔ جتنے صنف غزل میں ہو سکتے ہیں۔

البتہ غزل کی ہیئت سے نعت کا آزاد نظم کی ہیئت کا سفر ابھی جاری ہے۔ دونوں ہیئتوں میں کہی گئی نعت میں شائستگی، وارفتگی اور عقیدت کے ساتھ ساتھ اپنائیت، بے ساختگی اور عجز بیانی کے عناصر عام ہیں۔ ایسی نعت فوری توجہ حاصل کرتی ہے اور قاری کو سرشار کر دیتی ہے۔ پیرایۂ اظہار بتا دیتا ہے کہ شاعر عصری موضوعات سے جڑا ہوا ہے یا وہ قدیم عہد میں سانس لیتا ہے۔

شاعر کا مطالعہ و مشاہدہ اور رجحان و میلان بھی حد درجہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اُس کی نفسیات بھی اُسے خاص قرینہ عطا کرتی ہے۔ شاعر نعتیہ نظم میں اُن تمام شعری امکانات کو ملحوظ رکھتا ہے جو اُسے مختلف و منفرد بنانے میں مددگار بنتے ہیں۔ تکنیکی سطح پر بھی نعت میں امکانات روشن ہیں۔ شعری مہارت اور ہنرمندی اپنی جگہ بڑا اعزاز ہے۔ نعت میں ماہرِ فن حد درجہ شخصی اوصاف کا مرہونِ منت گردانا جاتا ہے۔ یوں نعتیہ نظم میں طریقۂ اظہار کی نت نئی صورتیں بنتی ہیں۔ شاعر عہدِ نبوت میں جا کر خود کو آپ ﷺ کے دور میں محسوس کرتا ہے اور اگر وہ اُس عہد میں ہوتا تو کیسا ہوتا؟ اور اُس عہد میں پیدا نہ ہونے کی وجہ سے اُس پر کیا گزرتی ہے؟ اس کیفیت کی نعت بھی موجود ہے اور اس فلیش بیک تکنیک کو دوسری اصناف کے ساتھ ساتھ نعت میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

نعتیہ نظم میں عہدِ رسالت مآب کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ تلمیحات کا جتنا استعمال نعت میں دیکھنے میں آیا ہے۔ شاید کوئی دوسری صنف اس کا مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ احادیث نبوی ﷺ اور قرآنی آیات کے تناظر میں نعتیہ نظم پر تحقیقی سطح پر کام کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ نعت میں احادیث اور قرآنی آیات کا ذکر خاص توجہ کا حامل ہے۔ علمی طور پر متمول اور دینی مطالعے کی وسعت ایسی نعتوں کی بنیاد ہوتی ہے۔ بجا طور پر یہ انداز و اسلوب اس ناعت کے ہاں ملتا ہے جو مذہبی وابستگی میں عام مسلمان سے زیادہ مضبوط ہے۔

شعرا کا ایک خاص رنگ حضور ﷺ کے سیرت و کردار اور اوصاف و خصائل کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس سلسلے میں علم، عدل، سخاوت، محبت، ایثار، رواداری، حسن سلوک، خیر خواہی، ہمدردی سمیت تمام پہلوؤں کو زینتِ نعت بنایا گیا ہے۔

حمد میں نعت اور نعت میں منقبت کی روایت کو نعتیہ گو شعرا نے برقرار رکھا ہے۔ البتہ اس باب میں نئے مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔ اصحابؓ کی حضور ﷺ سے عقیدت اور حضور ﷺ کا اصحابؓ سے برتاؤ بھی موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی زبوں حالی کو نعتیہ نظم میں بیان کرنے کی روایت موجود رہی ہے۔ نائن الیون کے بعد اس روایت کو مزید تقویت حاصل ہوئی ہے۔ فلسطین، کشمیر، بوسینا، روہنگیا، فلپائن، عراق، یمن، لیبیا اور دیگر خطوں میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی گونج نعتیہ نظم میں صاف سنائی دیتی ہے۔ سیاسی انتشار، معاشی ناہمواری کا سبب ہوتا ہے۔ اس تناظر میں بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی میں اُردو شعرا کی لکھی گئی چند نعتوں کے حوالے سے اس بحث کو آگے بڑھایا جائے۔

مجید اختر نے "امریکہ میں ایک میلاد" کے عنوان سے انتہائی اہم نعتیہ نظم تخلیق کی ہے۔ یہ نظم مسلمانوں کے مابین طبقاتی صورتِ حال کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ محفل میلاد میں متمول لوگوں، ماڈرن عورتوں اور نئی نسل کے مذہب بیزار نوجوانوں کے درمیاں حبشی نژاد حمزہ علی کی آمد سے

سب کی جبینوں پر بل پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنی رنگت کی بنا پر حقیر سمجھا جاتا ہے۔ یہ نظم گویا دل پر چر کے لگاتی ہے اور اسلامی مساوات کے حوالے سے لوگوں کے رویوں کی بابت آگاہ کرتی ہے۔ آخری حصہ ملاحظہ ہو:

سارے آسودہ لوگوں کی پیشانیوں پر شکن پڑ گئی
بھائی چارہ ہوا میں معلق ہوا
اور حمزہ علی
کچھ پریشان سا اور جھجکتا ہوا
زر پرستوں کی محفل میں مثلِ بلال، بہر عشق نبی ﷺ
اپنی رنگت و سنگت کو بھولے ہوئے
اک طرف بے گنہ گار و مجرم کی صورت کھڑا
محفل پاک میں
ذکر، خیر البشر کی مدارات کا
اور حمزہ علی
عمدہ کھانوں میں کنکر مساوات کا(۱)

یہ نظم جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے اور خطبہ حجتہ الوداع کی یاد دلاتی ہے۔ گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے پرہیز گاری کے "عمدہ کھانوں میں کنکر مساوات کا" انتہائی بلیغ فصیح لائن ہے۔ جو طبقاتی صورتِ حال کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔

منصور آفاق کی نظم "بار گاہِ رسالت میں آنسو" تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ "بار گاہِ رسالت میں آنسو"، دوسرا حصہ "فلسطین سے چند آنسو" اور تیسرا حصہ "پاکستان سے چند آنسو" ہے۔ اس نظم میں گزشتہ دو دہائیوں سے زائد عرصے کی زبوں حالی، دہشت گردی اور تباہی و بربادی کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ ظلمت نصیب چراغ، لہو کی آبشار، بارود کی برسات، حصارِ شب، زخم دریدہ، تدفینِ زندگی، حیات دست بریدہ، خالی ایاغ، نشیب غربت جیسی تراکیب سے پاکستان اور فلسطین کا نوحہ لکھا گیا ہے۔ وہ حضور کی بارگاہ میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور درحقیقت موجود مسائل و مشکلات کے خاتمے کی التجا کرتے ہیں۔ یہ نظم گویا آنسوؤں کی لڑی ہے جو بتدریج کسی لہو کے جھرنے میں ڈھلتی دکھائی دیتی ہے۔ ابتدا ہی میں نظم کی اُٹھان سے پتا چلتا ہے کہ جذبے کی شدت اور درد کی شدت نے سماں باندھ دیا ہے۔

لبِ فرات کی گفت و شنید گلیوں میں — اجل بدست ہے نسل یزید گلیوں میں
پڑی ہیں شہر میں لاشیں مدینہ والوں کی — ہوئے حسین کئی پھر شہید گلیوں میں
لرز لرز کے کہا میں نے یارسول اللہ — لہو سے خاک کی تزئین زندگی کے لیے
یہ روز کی نئی تدفین زندگی کے لیے — تڑپ رہا ہے فلسطین زندگی کے لیے

لرز لرز کے کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ

(فلسطین سے چند آنسو)

مثالِ چاہِ سگاں ارتکاز زر آقا ﷺ ہیں بھن بھناتے جہاں مکھیوں کے پر آقا ﷺ

ترے غریب ہیں غربت کی آخری حد پر رئیس اور زیادہ رئیس تر آقا ﷺ

لرز لرز کے کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ

(پاکستان سے چند آنسو)(۲)

حمیدہ شاہین کی نظم ''المدثر'' میں حضور اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کو شجر سایہ دار کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر طرف ریت اور دھوپ کے ڈیرے تھے۔ پیاس بھڑکتی تھی اور زندگی سائے کو برستی تھی۔ آپ کی آمد سے پھول کھل اُٹھے، گلستان کو سایہ کرنا سکھایا گیا۔ اور یوں ازلی تشنہ لبی کو مٹایا گیا۔ آغاز سے اختتام تک نظم کی روانی حد درجہ متاثر کن ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیتی ہے۔

کوئی سایہ نہیں، کوئی چشمہ نہیں دور تک کوئی نخلِ ثمر بار کوئی گلستاں نہیں

پھر اسے سایہ کرنا سکھایا گیا ریت میں پھول کیسے کھلیں گے

اُسے یہ بتایا گیا اور اس کے ذریعے زمانے کی تشنہ لبی کو مٹایا گیا۔(۳)

ابوالحسن خاور کی نظم "بیش بنی" آپ کی حکمت و دانائی اور علم وہنر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے جو اسباب پیدا کیے ہیں اور زمین و آسماں کی وسعتوں کے بارے میں ارشادات فرمائے ہیں،، ہم نے ابھی تے ان سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ آخر میں شعر او دعوت دی گئی ہے کہ ہم ایسی نعتیں کہیں جن سے زندگی کے اسرار ورموز کو سمجھنے میں مدد ملے۔ تاکہ امت اپنا کھویا ہو وقار حاصل سکے۔

آپ نے گلشن سجائے اور ہم قریہء شاداب تک پہنچے نہیں

آپ نے اسباب بھی پیدا کیے ہم مگر اسباب تک پہنچے نہیں

آپ نے مہتاب کے ٹکڑے کیے ہم ابھی مہتاب تک پہنچے نہیں(۴)

کلیم حاذق کی نعتیہ نظم ''سلام اے گیسوؤں والے'' اس تمنا کا اظہار ہے کہ میری زبان کو ایسا نطق عطا ہو جائے جس سے مدح کا قرینہ سامنے آئے۔ آپ ﷺ نے حکمت و دانائی سے نوعِ انسانی کو جہاں بانی کا ہنر عطا کیا، عورتوں کی عزت و توقیر بڑھائی۔ آپ کی چشم عنایت سے تپتے ریگزار گلستاں بن گئے۔ آپ شافع محشر ہیں اور دعا ہے کہ زندگی آپ ﷺ کی اطاعت میں گزر جائے۔ یہ نظم محبت، وارفتگی، تمنا اور دعا کا امتزاج ہے۔ نظم کی دلکشی اور اسلوب نے اُسے خاص حسن عطا کر دیا ہے جو خیال کو رعنائی عطا کرتے ہیں۔

سلام اُمّی لقب والے!

بصیرت پر تمہاری عقل دنیا دنگ ہے اب بھی

تمہارے لفظ و معنی نور کی برسات کرتے ہیں

خدا سے بات کرتے ہیں

کہ اک ٹوٹی چٹائی سے

درِ حکمت کے وہ ابواب تم نے کھولے ہیں جس کا ابد تک ہے کہاں ثانی
سکھائی ساری دنیا کو جہاں بانی (۵)

کاشف عرفان کی نظم ''چارلی ایبڈو کے نام'' خاکوں کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ چارلی ایبڈو ڈنمارک کے اُس میگزین کا نام ہے جس میں ان خاکوں کی اشاعت کے ذریعے گستاخی کی گئی تھی۔ وہ اس کھلی دشمنی اور منافقت پر دعوت دیتے ہیں کہ تم مائیکل ہارٹ اور مورس بکائے کے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں خیالات سے استفادہ کرو۔ جنھوں نے آپ ﷺ کو نوعِ انسانی کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ اورآپ ﷺ کی تعلیمات کو تہذیب کا جھومر جانا ہے۔ تعصب اور نفرت کی وجہ سے تم اپنے ہی لوگوں کی باتوں اور انجیل و تورات میں درج ارشادات کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ ان کتابوں میں حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ نظم کی روانی اور خیالات کی فراوانی نے اسے اعلیٰ درجے کا شہکار بنا دیا ہے۔ مورس بکائے کے حوالہ سے کاشف عرفان کہتے ہیں:

وہ کہتا تھا

یہی اسلام ہے جس نے غلاموں، عورتوں اور درختوں کو زمیں پر زندگی دی ہے
محبت، علم، حکمت، آگہی کی روشنی دی ہے

چلو! آؤ

یہاں ہم بیٹھ کر ساری میں الہامی کتابوں کو ذرا پھر کھولتے ہیں
دیکھتے ہیں، مسئلہ کیا ہے؟ (۶)

ابرار الحق کی نظم کا موضوع عہد نبوی میں بارگاہِ اقدس میں حاضری سے متعلق ہے۔ یہ سارا منظر خواب و خیال کے ذریعے تشکیل دیا گیا ہے۔ شاعر اپنے عہد سے باہر نکل کر عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کے درمیاں بیٹھا ہوا آدابِ محفل سیکھ رہا ہے اور پھر اسی دوران میں اُسے باریابی کا پروانہ ملتا ہے۔ وہ اصحاب کے ہمراہ چلتا ہوا مسجد نبوی ﷺ کی سمت روانہ ہوتا ہے۔ دل کی عجیب کیفیت اور روح پر لرزہ طاری ہے۔ لمحہ لمحہ دھڑکن تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ اور ہر قدم پر بارگاہِ اقدس کی سمت جانے والا رستہ کم ہو رہا ہے۔ یہ سارا منظر حد درجہ دلآویز اور پُر کشش انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جذبات کا بہاؤ خیال کی رفعت کو بڑھاتا ہے اور قاری پر سرشاری طاری کر دیتا ہے۔ نظم کیا ہے، گویا احساسات کا مرقع ہے۔

گھر سے ہم
کل پڑے صحابیؓ رسول ﷺ کے
جا رہے تھے سب ہی سمت مسجدِ رسول ﷺ کے
وہ دھڑکنیں عجیب تھیں
وہ کپکپی کمال تھی
کہ آنکھ اشک بار تھی
سراپا ملال تھی
روح تھی کہ دید کی تڑپ تڑپ تڑپ تڑپ

دل مرا دھڑک دھڑک دھڑک دھڑک دھڑک دھڑک
ہر قدم پہ گھٹ رہا تھا فاصلہ حضور ﷺ سے (۷)

سعود عثمانی کی نظم ”فراق کیا ہے“ حضرت معاذ بن جبلؓ کے یمن میں گورنر تعینات کیے جانے کے واقعے کو بیان کرتی ہے۔ جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا گیا تو تصور کی آنکھ سے سعود عثمانی نے اس منظر کو اپنے احساسات کے ذریعے معاذ بن جبلؓ کی حضور اکرم ﷺ سے جدائی کا مرقع بنا دیا۔ مدینے سے جدائی کا غم اور حکم کی بجا آوری کے مابین کشمکش نے نظم کو عجیب کیفیات سے منور کر دیا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ شاید وہ اس کے بعد حضور ﷺ کو دیکھ نہ پائیں۔ یہ آخری ملاقات تھی اور وداع کی گھڑی میں دل درد سے بھرا ہوا تھا۔

وداع کرنا وداع ہونے کی اک گھڑی تھی
جو دونوں سمتوں میں کھینچتی تھی
عجب گھڑی تھی
معاذ ابن جبلؓ سے پوچھو
کہ قرب محبوب کا شدید اشتیاق کیا ہے
معاذ ابن جبلؓ سے پوچھو
اطاعتوں اور محبتوں میں سے اس جگہ فوقیت کسے ہے
جو اپنے جلتے چراغ کے ساتھ جل رہا ہوں
وہ طاق کیا ہے
معاذ ابن جبلؓ سے پوچھو فراق کیا ہے؟(۸)

ڈاکٹر خورشید رضوی کی نظم ”مدینہ میں“ کا ذکر از حد ضروری ہے۔ یہ نظم ہمیں اُن امکانات سے متعارف کرواتی ہے جو جدید نظم کے رجحانات کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ مدینے کی عمارات، گنبد و محراب، شاہراہیں سمیت سب کچھ اُداسی کا سبب ہیں۔ وہ عہد نبوی ﷺ کے گلی کوچے، محراب، راستے اور ٹیلے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اب موجودہ مدینہ کے شہر میں نہیں ہیں۔ چشم تصور انھیں خون رلاتی ہے اور وہ عہد نبوی ﷺ میں جاکر موجود کو فراموش کرنے کے خواہاں ہیں۔ نظم میں رنج، درد اور کسک کا احساس از حد غالب نظر آتا ہے۔

خوں رلاتی ہے مجھے چشم تصور کی نابینائی
کچھ سمجھائی نہیں دیتا کہ کہاں کیا کیا تھا
تف ہے اے چشم تصور تجھ پر
اشک بہتے ہیں تو بہنے دے ان آئنوں پر
شاید اُس گزرے ہوئے وقت کی تصویریں ہوں
جو مرے دل سے گزرتا ہی نہیں (۹)

صبیح رحمانی کی نظم ”اک عالم گیر نظام“ دنیا کے معاشی نظاموں کے تناظر میں دعوت فکر دیتی ہے۔ وہ مختلف ازم ہائے زندگی اور نظام ہائے معیشت کے مقابلے میں صرف اور صرف نظام محمدی ﷺ کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کو اس کے نظام کے علاوہ کسی اور نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی نظام تمام دنیاوی مشکلات کا حل اور اخروی زندگی میں کامیابی کا ضامن ہے۔ وہ کسی لینن، مارکس، ہیگل، فرائڈ کو نہیں مانتے ہیں۔

مارکس کے فلسفہ، جہد شکم سے ہم کو
کوئی مطلب ہی نہیں
کیا غرض ہم کو کہ لینن نے دیا کیا پیغام ہم فرائڈ کے پجاری ہیں نہ ہیگل کے غلام
ہم تو یہ جانتے ہیں
امن وسکون کی خاطر
صرف درکار ہے دنیا کو
محمد ﷺ کا نظام (۱۰)

یہ نعتیہ نظم کے عصری رجحانات کا مختصر جائزہ ہے۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف چند شعرا کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی شعرا کی ایک بڑی تعداد بارگاہِ اقدس میں نذرانہ نظم لے کر حاضر ہے۔ جس میں ذاتی، روحانی، سماجی، سیاسی، معاشی سمیت زندگی کے تمام مسائل و معاملات موجود ہیں۔ یہ نظمیں گویا عصری حالات کا منظوم اظہار ہیں۔ جو حضور اکرم ﷺ سے وابستگی، وارفتگی اور سرمستی کا عمدہ نمونہ ہے۔

حوالہ جات

۱- مجید اختر، فیس بک وال سے، ۱۵اکتوبر ۲۰۲۲
۲- منصور آفاق، غیر مطبوعہ
۳- حمیدہ شاہین، زندہ ہوں، لاہور: ملٹی میڈیا، ۲۰۱۰، ص ۲۷
۴- ابوالحسن خاور، غیر مطبوعہ
۵- کلیم حاذق، naatkkainaat.ohttp://naatkainaat.org
۶- کاشف عرفان، ایک پیغام، چارلی ایبڈو کے نام، کتابی سلسلہ نعت رنگ، مرتب: سید صبیح رحمانی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، شمارہ ۳۰ نومبر ۲۰۲۰، ص ۲۴۷
۷- ابرار الحق، فیس بک نعت ورشہ گروپ سے، ۱۳ اپریل ۲۰۱۵
۸- سعود عثمانی، فراق کیا ہے، فیس بک وال سے، ۲۹ ستمبر ۲۰۲۳
۹- خورشید رضوی، نسبتیں، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۵، ص ۸۱
۱۰- صبیح رحمانی، کلیات صبیح رحمانی، لاہور: کتاب سرائے، ۲۰۱۹، ص ۲۲۲

＊＊＊